مقالات

مسئلہ سود پر ایک معاشی نظر

(۳)

از جناب مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی

فئے سے انکار قومی جرم ہے، سچ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے کھچے سرمایہ دار، قلیل البضاعة اس حلال ہی بلکہ بالفاظ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ طیب آمدنی کو جسے میں "فئے" یا "بھاؤ" کہتا ہوں اور جس کے متعلق قرآن کا صریح حکم "فکلوا حلالاً طیباً" ہے" نہ لے کر قومی جرم اور قومی خودکشی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے سرمایے جو بنکوں میں محفوظ ہیں ان کے لاکھوں روپیہ کا "فئے" صرف یہی نہیں کہ غیر اسلامی قوتوں کی بالیدگی ہے اور مسلمانوں کے لیے معاشی راہوں کے بدلنے سے ہر مال بیکار ہو جاتا ہے بلکہ سنا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی اس "فئے" کی آمدنی سے مسلمانوں ہی کے بچوں، عورتوں، اور غریبوں، کو اسلام سے چھڑا چھڑا کر محمد رسول اللہ کی صف سے توڑ توڑ کر غیروں کی صف میں بھرتی کیا جا رہا ہے کھلے بندوں،

"یُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوا بِرَبِّکُمْ" (ممتحنہ) نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو۔ یہ کہ تم اپنے "رب" پر ایمان لائے"۔

کا ارتکاب ہو رہا ہے، یہ اپنے قوم کے ساتھ غداری نہیں تو اور کیا ہے[1] ہائے مسلمانوں ہی کی چاندی

[1] ترجمان القرآن۔ محتاط علماء نے اس خیال سے کہ سود کی رقم بنک میں چھوڑ دینا کفار کے لیے موجب تقویت ہو جائے گا یہ فتویٰ دیا ہے کہ سود بنک سے لیکر غریب مسلمانوں پر صدقہ کر دیا جائے یا مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کسی کام پر خرچ کر دیا جائے۔ یہ فتویٰ نہایت درست ہے۔ فقہ میں مال محظور کے متعلق یہ مسئلہ موجود ہے کہ اگر غلطی سے ایسا

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۷

چھری سے مسلمانوں کا ذبح کرنا کس نے جائز قرار دیا ہے؟ کیا خدا نہیں دیکھ رہا ہے؟ امام الدنیا والدین رسول رب العالمین خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبریں نہیں پہنچ رہی ہوں گی؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو دنیا والو! دیکھو! سود کے جالوں میں پھنسا کر یورپ، پچھم، اُتّر، دکھن، کے لوگ دل کھول کر شکار کر رہے ہیں۔ سود دو، یا کھیت دو یا جائداد دو، یا مکان دو، یا عرب کے امّی لقب صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ چھوڑ دو۔ ان مہروں کی شطرنج پر کیسی دردناک بازیاں کھیلی جارہی ہیں[۱]۔

بینک کا سود سچ یہ ہے کہ بینک زیادہ تر سود خواروں کی باضابطہ کمیٹیوں کا نام ہے لیکن جب اس کا تنظیمی و اختیاری عملہ وہ نہیں ہوتا جن سے مسلمانوں کو روکا نہیں گیا ہے تو اب اس کمیٹی کی ممبری یا کمپنیت نہیں ہے، بلکہ اس کمپنی سے معاملہ ہے جو لوگوں کو سود پر قرض دیتی ہے۔ پس مسلمانوں کو اس طیب نفع سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ وہ کمپنی کیا کرتی ہے؟ کس کو قرض دیتی ہے؟ کن سے سود لیتی ہے؟ یہ اس کا اپنا معاملہ اور جدید عقد ہے جس سے اس معاملہ کو قطعاً نسبت نہیں، جو ایک مسلمان نے ارباب بینک سے کیا ہے، بلکہ بین المللی قوانین کے جو دفعات آئین اسلامی سے گذر چکے ان کو سامنے رکھنے کے بعد بینک والوں کے سارے کاروبار جس کسی سے ہوں صحیح ہو جاتے ہیں[۲]۔ فلیتدبر۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶ مال لے لیا گیا ہو، یا مجبوراً کسی مصلحت سے لینا پڑا ہو، تو اس کو صدقہ کر دینا چاہیے پس جو نقصان مولنا بیان فرما رہے ہیں اس سے بچنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ سود کو نفع قرار دینے کی کوشش کی جائے۔

[۱] ترجمان القرآن۔ اس کا جواب مولنا نے خود ہی اپنے مضمون کے آخری حصہ میں دے دیا ہے۔

[۲] " " ۔ بینک کے سود میں کراہیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ہم جو رقم بینک میں رکھواتے ہیں اس کو بینک والے منجملہ اور معاملات کے، سودی قرض کے کاروبار میں بھی لگاتے ہیں، اور جن لوگوں کو یہ سودی قرض دیا جاتا ہے ان میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہوتے ہیں اس طرح جو سود ہم کو بینک سے وصول ہوتا ہے وہ صرف غیر مسلموں ہی کی جیب سے نہیں آتا بلکہ مسلمانوں کی بھی جیب سے آتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم مسلمان سے براہ راست سود نہیں کھاتے بلکہ بینک کے واسطے سے کھاتے ہیں۔ مولنا اس اعتراض کو یہ کہکر رفع فرماتے ہیں کہ "حربی" بینکر نے خود ہماری امانت کے روپے میں سے جب کسی مسلمان کو قرض دیا اور اس پر سود وصول کیا تو یہ سود کی رقم جائز طور پر اس کی ملک ہو گئی۔ اب اس کے بعد جب ہم نے اُس سے اپنی اسی امانت پر سود وصول کیا تو گویا ہم نے "حربی" کے مال پر (جو ہمارے لیے مباح اور حلال وطیب ہے) قبضہ کیا۔ اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ جب ہم کو یہ معلوم ہے کہ یہ کافر حربی خود ہمارے دیے ہوئے ہتھیار سے مسلمانوں کو ذبح کرتا ہے، اور پھر ان کے گوشت میں سے ہم کو بھی (۱۷) حصہ دیتا ہے۔ تو ہم اپنا ہتھیار اس کو دیں ہی کیوں؟ مولنا نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

ہاں میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں اور ہمیشہ کہوں گا کہ جو ایسا کرتے ہیں وہ وطن کی پاسبانی نہیں کررہے ہیں۔ وطن والوں کے ساتھ وطن کے مزدوروں کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ اچھا نہیں کررہے ہیں لیکن جو وطن کا محافظ ہے، جس حکومت کو وطن کے باشندوں کی نگرانی سپرد کی گئی ہے جب وہی ان معاملات کو وطن کی بہبودی اور ترقی کا ذریعہ سمجھتی ہے اور خود وطن والے بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں تو مسلمان وطن کی وفاداری[1] ہیں کیا اپنی قوم سے غداری کریں؟ حالانکہ وطن تو وطن ان پر تو خاندانی حقوق کے سلسلہ میں بھی تو حی غداری حرام ہے قرآن کا عام اعلان ہے۔

لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیمۃ یفصل بینکم واللہ بما تعملون بصیر (الممتحنۃ) — تمہارے رشتے اور تمہارے بچے قیامت کے دن کام نہیں آئیں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ہمیں صبر کا حکم دیا گیا ہے اور خاص وقت تک صبر ہی ہمارے لیے بہتر ہے لیکن کیا قانون صبر کے ساتھ "مجازاۃ بالمثل" کی بھی قرآن ہی نے تعلیم نہیں دی ہے:۔

فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین — اگر تم پر زیادتی کی جائے تو تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو جتنی تم پر کیگئی اور اگر صبر کروگے تو صبر کرنے والوں کے لیے بھی بہتر ہے

لیکن صبر کی کوئی نہایت بھی ہے؟ استقلال کی کوئی حد بھی ہے؟ جس نے صبر سکھایا اسی نے تو:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ — اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو

[1] ترجمان القرآن۔ اس مسئلہ میں وطن کی وفاداری یا قوم کی غداری کا قطعاً کوئی سوال نہیں۔ اہل ایمان صرف اس بنا پر سود سے باز رہے کہ خدا نے اس کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ آپ اس روک کو ہٹا دیجیے۔ پھر کسی اور دلیل کی حاجت نہ رہے گی۔ سرحدی پٹھان کی طرح ہندوستان کے مسلمان بھی سود خواری میں مارواڑی سے دس قدم آگے ہوں گے۔

بھی سکھایا قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے سونے والے یورپ کے غازی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تہلکہ کی تفسیر فرمائی ہے عوام نہیں تو کیا اس سے خواص بھی جاہل ہیں؟ فی کانہ لینا وطنی جرم بھی ہے بلکہ سوچنے والے تو یہ کہتے ہیں کہ اس سے کانہ لینا صرف اپنی قوم کے ساتھ ہی نہیں بلکہ وطن والوں کے ساتھ بھی دشمنی ہے۔ زہر کھانے والے کو دیکھکر صرف دل میں افسوس کرنا یہ حقیقی ہمدردی ہے؟ یا آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے زہر کا چھین لینا سچی بہی خواہی ہے؟[1]

من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ، وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔

تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلے، نہ زور رکھتا ہو تو زبان سے اسے پلٹے اس کی بھی مجال نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ بڑے کمزور ایمان والا ہے۔

حدیث کی ساری کتابوں میں یہ سکھتے ہو لیکن پھر بھی ایمانی ضعف کے دائرے سے نکلنے کی لوگوں میں جرأت نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب استطاعت بھی ہو، حکومت کی قوت تمہارے ساتھ ہو، وطن والے اس معاملہ میں تمہارے ہمنوا ہوں تو بتاؤ تمہارے لیے کیا عذر باقی رہا؟ کیا جو لوگوں کے گال پر تھپڑ مارتا ہے وہ جرم کے نتائج و آثار کو اس وقت تک سمجھ سکتا ہے جب تک خود اس کے رخساروں کو بھی اسی گزند کی خوراک نہ دی جائے جس کو اب تک اس نے نہیں چکھا ہے؟[2] اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو وہ

[1] ترجمان القرآن۔ زہر چھین لینا تو ضرور بہی خواہی ہے مگر اسے چھین کر خود کھا جانا اور پھر اس زہر کو کشتہ طلا سمجھنا۔ نہ بہی خواہی ہے نہ عقلمندی۔

[2] ترجمان القرآن۔ ہندو، یہودی، عیسائی، سب آپس میں ایک دوسرے کے گال پر تھپڑ مار رہے ہیں، اور صدیوں سے مار رہے ہیں۔ مگر یہ گزند کی خوراک چکھنے اور چکھانے کے باوجود وہ اس کے نتائج و آثار کو نہیں سمجھتے پھر کیونکر امید کی جائے کہ مسلمانوں کے چند ہلکے سے تھپڑ ان کو اس قدر چونکا دیں گے کہ وہ اس جرم ہی سے باز آجائیں گے؟ مولانا غالباً یہ سمجھ رہے ہیں کہ سود دینے والے صرف مسلمان ہیں، غیر مسلم صرف سود لیتے ہی ہیں دیتے نہیں ہیں۔ اسی لیے ان کا یہ خیال ہے کہ جب مسلمان بھی سود دینے پر اتر آئیں گے تو سود خوار غیر مسلم گھبرا اٹھیں گے اور بالآخر برٹش گورنمنٹ

بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۲۰)

بیچارے غریب انسانوں کی نازک کھالوں کو اپنی انگلیوں میں قوت پیدا کرنے کی مشق گاہ خیال کرے گا۔“ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۔

ہو سکتا ہے کہ جو گزند آج مسلمانوں کو پہونچایا جا رہا ہے جب اس کا احساس دوسروں کو بھی ہوگا تو ممکن ہے کہ حکومت ہی ان معاملات کو قانوناً بند کر دے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو اس وقت سب سے پہلے اس قانون کی تعمیل کے لیے جن کا سر مذہب جھکا دے گا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی جو دنیا میں اعلیٰ اور برتر مکارم اخلاق کی تکمیل ہی کے لیے مبعوث ہوا تھا۔ نحن احق بمکارم الاخلاق ”ہم مسلمان سب سے پہلے عمدہ اور بلند اخلاق کے حقدار ہیں“، اس وقت ہم مذہب کے مجرم ہوں گے اگر قانون وقت کے ساتھ عذر کریں گے، اگر حکومت نے بھی نہ سنا تو کیا تم تعجب کرتے ہو کہ جو دکھ مسلمانوں کو پہنچا جب اسی میں دوسرے تڑپیں گے تو ”دمن توپ“ کے اس وعظ سے وطن والے اسی طرح لاپروائی برتیں گے جس طرح وہ زبان و قلم کے واعظوں پر قہقہے لگاتے رہے ہیں [1] اگر انہوں نے آگے چل کر ہم سے ان معاملات کے اٹھا دینے کا کبھی معاہدہ کیا تو کیا مسلمانوں کو ان کے خدا نے اس کی اجازت نہیں مرحمت فرمائی ہے۔ کہ

تکملہ حاشیہ ص۱۹ سودی لین دین کو قانوناً ممنوع قرار دے دے گی مگر صورت واقعہ یہ نہیں ہے۔ تمام غیر مسلم قومیں سود لیتی بھی ہیں اور دیتی بھی ہیں۔ مسلمان ان سے سود لے کر انھیں کوئی نیا مزہ نہیں چکھائیں گے۔ البتہ خود ایک نیا مزا ضرور چکھیں گے جو ممکن ہے کہ انہیں بے خود کر کے ”بھاؤ“ اور ”غیر بھاؤ“ کے فرق سے غافل کر دے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ مسلمان کچھ ایسے بڑے سرمایہ دار بھی نہیں ہیں کہ اگر وہ سود دینے پر اتر آئے تو مارواڑیوں اور مہاجنوں کے دیوالے نکلنے کی نوبت آجائے گی، اور یہ سب کے سب ہار مان کر حرمت سود کا قانون بنوانے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

[1] ترجمان القرآن۔ ان کے قہقہے پھر بھی بند نہ ہوں گے بلکہ وہ ایک اور زور کا قہقہہ لگائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ آخر کار معاشی اور مالی معاملات میں اسلام کا ناقابل عمل ہونا ثابت ہو گیا اور یہ بات کھل گئی کہ سود کی حرمت عملی دنیا میں چلنے والی چیز نہیں جس طرح طلاق اور وراثت اور نکاح ارامل وغیرہ مسائل میں آپ ان کے مذہبی قانون کی جدید ترمیمات پر فخر کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی اسلام کی ”کمزوری“ کا اشتہار دینے کے لیے سود کے مسئلہ میں آپ کی بدلی ہوئی روش کو ایک نمایاں مثال کے طور پر پیش کریں گے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ	اللہ تم کو ان لوگوں سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہیں جھگڑتے اور تم کو وطن سے بے وطن نہیں کرتے کہ ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ساتھ انصاف کرو۔ انصاف کرنے والوں کو خدا پیار کرتا ہے۔

ایسے معاہدوں پر جو اُمت سب سے پہلے دستخط کرے گی وہ وہی ہو گی جو تمام دنیا کے لوگوں کو نفع پہونچانے کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ ہم دل سے بھی ان معاملات کو بُرا جانیں گے، زبان سے انتہائی اصرار کریں گے، حکومت کو بھی ادھر بار بار توجہ دلائیں گے، وطن والوں سے بھی کہیں گے۔ جس طرح اب تک کہا ہے، آئندہ بھی کہیں گے، زور سے کہیں گے، اور مسلسل کہیں گے۔ ہم کو وطن سے بے وطن اور اپنے گھروں سے بے گھر بنانے پر وہ جس قدر بھی چاہیں اصرار کریں، لیکن ہم ان کی بہی خواہی میں کبھی کمی نہ کریں گے اور اسی بہی خواہی کے سلسلہ میں زبان سے آگے بڑھ کر ہم ہاتھ سے بھی اپنے :۔

"نہی عَنِ الْمُنْكَرْ" "بری باتوں سے روکنا"

اور " امر بالمعروف " "اچھی جانی پہچانی باتوں کا حکم دینا"[1]

کے آسمانی فریضہ کو ادا کریں گے جس کے لیے ہم بنائے گئے ہیں .... تا ایں کہ وطن کے

[1] ترجمان القرآن۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا یہ طریقہ تو نہایت ہی عجیب ہے کہ جس منکر سے ہم دوسروں کو روکنا چاہتے ہیں اسی میں خود مبتلا ہو جائیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص شراب پی کر دنگا فساد کرتا ہو اور نصیحت سے نہ مانے تو ہم خود اس کے ساتھ بیٹھ کر شراب پئیں اور ویسا ہی دنگا فساد مچا کر اس سے کہیں کہ دیکھو اس حرکت سے یہ تکلیف ہوتی ہے۔ اب یا تو ہم سے معاہدہ کرو کہ نہ تم شراب پیو گے نہ ہم پئیں گے یا نہیں تو یاد رکھو کہ ہم تم سے زیادہ شراب پیکر اور تم سے زیادہ دنگا کر کے دکھائیں گے۔ اس طریق نصیحت سے ترک میخواری کا معاہدہ تو شاید نہ ہو، البتہ ہوگا یہ کہ زاہد کو در میخانہ پر دیکھ کر رند میخوار ایک نعرہ فتح بلند کرے گا۔ اور پکار اٹھے گا کہ میکشوں کی ٹولی میں شیخ کی آمد مبارک !

فرزندوں کا، ہمارے پڑوسیوں کا اس کی خرابی و ضرر رسانی پر اتفاق ہو جائے۔ ٹوٹے ہوئے دل یونہی ملیں گے، اور وہ تو ان شاء اللہ ایک دن مل کر ہی رہیں گے۔

اسلامی حکومتوں اور ریاستوں کا حکم مسئلہ ختم کرنے سے پہلے چند باتیں اور بھی قابل ذکر رہ جاتی ہیں آخر ان کو کیوں چھوڑا جائے؟ جب اسلامی قوانین ہماری رہنمائی و دستگیری کے لئے ہر حال میں تیار ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن اسلامی ممالک میں شرعی قانون کسی نہ کسی وجہ سے اٹھ گیا ہے ان کا کیا حکم ہے؟ وہاں کے حکام و ولاۃ سلاطین و ملوک تو مسلمان ہیں۔ شامی میں اس کا فتوی موجود ہے کہ اگر سلاطین اسلام ان ممالک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی قوۃ رکھتے ہیں اور باوجود اس کے نفاذ نہیں کرتے، تو آیا ملک دار الاسلام ہی رہے گا، کہتے ہیں :۔

وبھذا ظھر ان ما فی الشام من جبل تیم اللہ المسمّٰی بجبل الدروز وبعض البلاد التابعة له کلھا دار اسلام لانّھا وان کانت لھا حکام دروز او نصاریٰ ولھم قضاۃ علی دینھم وبعضھم یعلنون بشتم الاسلام والمسلمین لکنھم تحت حکم ولاۃ امورنا۔ وبلاد الاسلام محیط ببلادھم من کل جانب واذا اراد ولی الامر تنفیذ احکامنا فیھم نفذھا۔ (صفحہ شامی ج ۳)۔

اور اس سے معلوم ہوا کہ شام کا علاقہ کوہ تیم اللہ جس کا عام نام جبل دروز ہے اور دوسرے شہر جو اس کے تابع ہیں سب دار الاسلام ہیں کیونکہ اگرچہ وہاں دروزیوں کا یا عیسائیوں کا قانون ہے اور ان کے جج و حکام ان ہی کے مذہب کے ہیں اور ان میں بعض علانیہ مسلمانوں کو اور اسلام کو گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ اسلامی حکومت کے ماتحت ہیں اور اسلامی ممالک ان کو چاروں طرف سے محیط ہیں اور مسلمانوں کا امیر اگر چاہے تو ان میں ہمارے (یعنی اسلامی احکام) نافذ کر سکتا ہے

اس سے ظاہر ہے کہ جن ممالک میں مسلمان سلاطین یا ولاۃ امور باوجود ارادہ کے اسلامی احکام

کے نفاذ پر قادر نہوں وہ دار الاسلام باقی نہیں رہ سکتے[1]۔ واللہ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

باقی یہ مسئلہ کہ اس قسم کے غیر اسلامی ممالک میں جمعہ، عید، وغیرہ کا نظم کس طرح ہوگا، شامی میں اس کے متعلق موجود ہے:۔

كل مصر فيه والٍ مسلم من جهة الكفار يجوز منه اقامة الجمع والاعياد وأخذ الخراج وتقليد القضاء وتزويج الايامى۔ (ص ،، ناقلاً عن جامع الفصولين)	ہر وہ شہر جہاں کا رئیس کفار کی منظوری سے ہو اس کی جانب سے جمعہ اور عید کا قیام کرنا جائز ہے اور اس ملک کا خراج لینا بھی نیز عدالت کے قضاۃ (حکام) کے تقرر کا بھی اسے اختیار ہے، اور بیواؤں کی شادی بھی وہی کر دے۔

لیکن جب غیر اسلامی ملک میں غیر اسلامی حکومت کا کوئی تسلیم شدہ مسلمان رئیس نہ ہو تو اس کے متعلق یہ حکم ہے:۔

---

[1] ترجمان القرآن۔ مولانا کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی اسلامی ریاستیں بھی دار الحرب کی تعریف میں داخل ہیں اور ان کی غیر مسلم رعایا بھی حربی ہے جس کے اموال مباح ہیں۔ اس اجتہاد کے لئے کم از کم فقہ حنفی میں تو کوئی گنجائش ہے نہیں۔ فقہا کی تصریحات ملاحظہ ہوں: حواشی در المختار للطحاوی میں ہے لو اجریت احکام المسلمین و احکام الشرک لاتکون دار الحرب۔ فتاوی بزازیہ میں ہے فاذا وجدت الشرائط کلها صارت دار الحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقى ما كان ويترجح جانب الاسلام احتياطاً۔ خزانۃ المفتین میں ہے ان دار الاسلام لا تصير دار الحرب متى لم يبطل جميع ما صارت به دار الاسلام ۔۔۔ فما بقي علقة من علائق الاسلام يترجح جانب الاسلام۔ ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حیدرآباد اور بھوپال اور جوناگڈھ وغیرہ ریاستیں دار الحرب ہوگئی ہیں اور ان کی غیر مسلم رعایا حربی ہے۔ مولانا جانتے ہوں گے کہ فقہ اسلامی میں دار الحرب دار الاباحۃ کا دوسرا نام ہے جہاں عارضی طور پر قانون اسلامی کی اکثر بندشیں ضرورۃً کھول دی جاتی ہیں اگر ان عارضی اباحتوں کو استمراری حیثیت دے دی جائے تو مسلمانوں کا مسلمان رہنا غیر ممکن ہے۔ مثال کے طور پر اگر لارڈ ولزلی کے سبسیڈیری الائنس میں شریک ہونے کے بعد سے علمائے اسلام حیدرآباد کو دار الحرب قرار دیکر دار الاباحت بنا دیتے تو ۱۳۶ برس کے اندر اس ریاست کے مسلمان اس قدر مسخ ہو چکے ہوتے کہ آج ممالک اسلامیہ کا کوئی شخص ان کو پہچان بھی نہ سکتا کہ یہ مسلمان ہیں۔

واما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم طلب والی مسلم (صفا لیفنا)	لیکن ایک ایسا ملک جہاں کے ولاۃ کفار ہیں تو مسلمانوں کو یہ جائز ہے کہ اس شہر میں بھی خود جمعہ اور عیدین قائم کریں، قاضی مسلمان باہمی سمجھوتہ سے مقرر کرلیں، لیکن ان پر مسلمان رئیس کی تلاش واجب ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن مسائل میں مسلمانوں کو "قضاء شرعی" کی ضرورت پیش آتی ہے "دین کامل" نے غیر اسلامی ممالک میں اس کا کیا چارہ کار بتایا ہے، اور غالباً اس تفصیل کے بعد عہد حاضر کے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے احکام واضح ہو گئے، فللّٰہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ وصلی اللہ علی النبی الخاتم المرسل وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین و آخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

خاتمہ

اس وقت تک جو کچھ کہا گیا وہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے مسلک کی توضیح تھی ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ دوسرے ائمہ کے نقاط نظر کو بھی ہم پیش کریں گے۔ بالفعل اتنی عرض ہے کہ مندرجۂ بالا مواد و مقدمات کو پیش نظر رکھ کر علماء احناف کو غور کرنا چاہیے کہ وہ حنفیوں کے لیے کیا راہ عمل متعین کرتے ہیں، اس سلسلہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز کے ان فتووں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو فتاویٰ عزیزیہ کے مختلف مقامات پر درج ہیں۔

۲؎ لیکن سچ یہ ہے کہ بجز حجۃ الوداع کی حدیث کے ان کا استدلال کسی چیز سے نہیں ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دارالاسلام ہونے اور امن و ذمہ دینے کے بعد اس قسم کے تمام معاملات حرام ہو جاتے ہیں، باقی یہ کہنا کہ گذشتہ کیوں نہیں دلایا گیا تو اس قسم کا مال قبضہ سے پیشتر صرف مباح ہوتا ہے ملک میں نہیں آتا۔ جب مملوک ہی نہ ہوا تو حق ہی کیا تھا جو ملتا بعضوں نے ولا دینہا ھم الربا بِہٖ نہوا عنہ والی آیت سے استدلال کیا کہ یہودی بھی تو دارالحرب میں اس کا کاروبار غیر یہودیوں سے کرتے ہوں گے۔ اگر یہ صورت جائز ہوتی تو قرآن سب منع کرنے کے لئے کیوں کہتا لیکن ان کو معلوم نہیں کہ مسئلہ حلت غنیمت پر مبنی ہے اور غنیمت کا استحلال صرف امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہے فلینظر الی کتب الحدیث ۱۲۔